



سوال

(29) نیکی اور بدی کا خالق کون ہے؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

سوال (۱) نیکی اور بدی کا خالق کون ہے؟ قرآن مجید میں ہے: خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں ہلتا، تو بدی کرنے میں گرفت کیسی؟

(۲) خدا ہر جگہ حاضر حاضر ہے اور **نَحْنُ أَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ** بھی ہے تو وحی کہاں سے اترتی تھی؟

(۳) روح پاک چیز ہے یا پلید؟ اگر پاک ہے تو کافروں کو نجس کیوں کہا گیا۔ کیونکہ ان میں بھی روح ہے۔ اگر پلید ہے تو پاک کوئی بھی نہیں۔

(۴) ہر چیز کی خواہش کرنے والا نفس ہے۔ اور نفس ہی کو موت ہے، تو بہشت و دوزخ کس کے لیے ہے: **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ**

(۵) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بندہ تھے یا خدا۔ قرآن میں ہے: **أَنْحَنُ لِلرَّبِّ الْعَلِيمِينَ** اور رسول کا نام محمد ﷺ ہے، جو مفعول کا صیغہ یعنی حمد کیا گیا تو خدا ہے۔ معلوم ہوا کہ محمد ﷺ خدا تھا۔؟

(۶) اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کن کہتا ہے۔ کیا دنیا کو ہدایت کرنے کا ارادہ کیا تھا یا نہیں؟

(۷) ابلیس فرشتوں میں سے تھا یا کہ پہلے ہی الگ تھا؟

(۸) کیا خالق غالب ہے یا مخلوق؟

(۹) قرآن کریم میں ہے: **يُسَّخَّرُ لِلْمَآئِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ** ”ہر چیز زمین آسمان اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔“

تو کافر کون ہوا، کیونکہ وہ بھی زمین کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **أَنْبَسَخْتُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا**

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

و علیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، أما بعد!

قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں جس کا یہ معنی ہو کہ خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی نہیں ہلتا۔ ہاں کفار سے قرآن مجید نے یہ حکایت کی ہے:



لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاءُنَا وَلَا حَمَمْنَا مِنْ شَيْءٍ (پ ۸)

”اگر خدا چاہتا تو ہم نہ شرک کرتے نہ کسی شے کو حرام کرتے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذُوقُوا بِسُنَّتِ قُلِّ حَلِّ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَخَرَّبُوهُ لَنَا إِنَّ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ (پ ۸)

”پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح تکذیب کی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ اچکھا۔ اے محمد! (ﷺ) کہہ دے کیا تمہارے پاس اس بات پر کوئی دلیل ہے، اگر ہے تو اس کو ہمارے سامنے پیش کرو۔ تم محض گمان کی تابعداری کرتے ہو اور محض اٹکل کے پیچھے جاتے ہو۔“

اس آیت میں خدا نے کتنے زور سے تردید کی ہے کہ جو تم کرتے ہو، خدا نہیں کروانا بلکہ یہ محض تمہارا خیال اور محض تمہاری اٹکل ہے اس پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ لیکن خالق ہونا اور شے ہے اور کاسب (کمانے والا) ہونا اور شے ہے۔ خدا خلاق ہے بندہ کاسب (کمانے والا) ہے۔

ان دونوں میں کچھ فرق ہے۔ اس کو ہم تنظیم اہل حدیث کی جلد ۲ نمبر ۲۰ مورخہ ۲۶ شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۳۳ء میں واضح کرچکے ہیں۔ یہاں وہیں سے نقل کیے دیتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

خلق نیست سے ہست کرنا اور عدم سے وجود میں لانا اور کسب بندہ کی طرف سے کسی امر کا قصد اور ارادہ ہونا اور اس کے قصد اور ارادہ کے مطابق خدا کی طرف سے اس کے اعضاء میں حرکت پیدا ہونا، کسب میں کچھ احتیاج کا شائبہ بھی ہے۔ یعنی اپنی کسی اور ضرورت پوری کرنے کے لیے قصد و ارادہ ہونا ہے اس لیے بھی اس کی نسبت بندے کی طرف و ہستی ہے خدا کی طرف نہیں ہوتی۔

(۲) اللہ تعالیٰ علم و قدرت کے ساتھ ہر جگہ ہے۔ بذاتہ عرش پر ہے اور آیہ کریمہ: **نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ** میں علم مراد ہے، یا فرشتے جیسے کہتے ہیں فلاں بادشاہ، فلاں بادشاہ سے لڑا ہے۔ حالانکہ لڑنے والی فوج ہوتی ہے۔ آگے فرشتوں کو بھی ذکر ہے جو اعمال لکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

إذِ تَتَلَقَّى الْمُتَلَقَاتِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ

”یعنی ہم اس وقت شاہ رگ سے زیادہ قریب ہوتے ہیں جب دولینے والے بیٹھے ہولیتے ہیں۔“

(۳) حدیث میں ہے:

((كل مولود يولد على الفطرة فابواه يهودانه او ينصرانه او يمجسان))

”ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنااتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی“

قرآن مجید میں بھی اس کا ارشاد موجود ہے:

فَطَرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِلُنَّ لِحَقِّ اللَّهِ

”خدا کی فطرت (توحید) کو لازم پکڑو، جس پر لوگوں کو پیدا کیا اس کو نہ بدلو۔“



اس آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ پیدائش کے وقت روح پاک ہوتی ہے، پھر شرک سے نچس ہو جاتی ہے۔

(۳) موت کے چمکنے سے مراد یہ ہے کہ بدن سے جان قبض کی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا (پ ۲۳)

”اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کرتا ہے۔“

نیز جب بہشت دوزخ میں داخل ہونے کا وقت ہوگا۔ روہیں بدنوں میں لوٹائی جائیں گی، قرآن مجید میں ہے:

وَإِذَا النُّفُوسُ رُوِّبَتْ (پ ۳۰)

”جب جانیں (بدنوں سے) ملائی جائیں۔“

نیز خدا خالق ہے، وہ نیست سے ہست کر سکتا ہے تو پھر بہشت دوزخ کس کے لیے کئے کا کیا مطلب!

(۵) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کمالات کی بنا پر محمد کہا گیا ہے، وہ خدا کے دیے ہوئے ہیں۔ اس لیے محمد کی حمد عارضی ہے اور حقیقہ حمد خدا کے لیے ہے۔ پس محمد خدا نہ ہوا کیونکہ اس کے لیے حقیقی حمد نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

عَسَىٰ أَنْ يَبْتَغِكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا (۹/۵)

امید ہے خدا تجھے مقام محمود میں اٹھائے، اس آیت میں مقام کو محمود کہا ہے تو کیا وہ بھی خدا ہے۔

اگر اس کو منطقی سراہیہ میں ادا کریں تو مخالفت کا دعویٰ یوں ہوگا:

((مُحَمَّدٌ مَحْمُودٌ وَكُلُّ مَحْمُودٍ اللَّهُ فَحَمْدُ اللَّهِ))

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا وسط مکر نہیں۔ کیونکہ صغریٰ میں محمود سے مراد ہے جس کے لیے عارضی حمد ہو۔ اور کبریٰ میں مراد ہے جس کے لیے حقیقی حمد ہو اور اگر کبریٰ میں بھی عارضی حمد ہو تو پھر کبریٰ کا ذب ہے۔

اس کے علاوہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں: (أَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) کا حاصل اللہ محمود ہے، اس صورت میں محمد محمود کو اس کے ساتھ ملا لیں تو شکل ثانی بنے گی۔ اور شکل ثانی میں اختلاف فی الکلیف شرف ہے جو یہاں مفقود ہے پس فتح نہیں ہوگی و فیہ نظر (۱۷)

(۱۷) فیہ اشارہ الی ان معنی الحمد لله رب العالمین ان کل عبد الله و مختص به فحصل انکل محمود الله فثال - ۱۲

اس کا ارادہ اللہ کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الَّذِي فِيكُمْ وَيُنَظِّقَ لَكُمْ مِنْ قَبْلِكُمْ (پ ۵)

”خدا ارادہ کرتا ہے کہ تمہارے لیے بیان کرے، اور تمہیں پہلے لوگوں کے طریقوں کی ہدایت کرے۔“



اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا بندوں کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اور وہ ہو بھی جاتی ہے۔ یعنی بندہ کو حق ماحق کا بتلانے سے پتہ لگ جاتا ہے۔ آگے خواہ قبول کرے یا نہ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے :

أَنَا هَدَيْتَاهُ السَّبِيلَ إِنَّا شَاكِرُونَ إِنَّا كُنُوزًا (۲۹/۲۸)

ہم نے انسان کو ہدایت کی، آگے وہ شکر کرنے والا ہے یا کفر کرنے والا ہے، یہ ایک طرح کی ہدایت ہوئی۔

دوم : الدلائل الموصلة : یعنی حق کو پہنچا دینا اور بندہ کے اختیار کے بغیر دل میں اس کو جگہ دینا "اس کا اللہ ارادہ نہیں کرتا۔ کیونکہ پھر بندہ فعل مختار نہیں رہتا۔ قرآن مجید میں ہے :

فَلَوْ شَاءَ لَهَدَيْنَاكُمْ أَجْمَعِينَ (۸/۵)

"خدا چاہتا تو تمہیں سب کو ہدایت کر دیتا۔"

یعنی تمہارے اختیار کے بغیر محض قدرت کے تصرف سے تمہیں ہدایت والے بنانا چاہتا، جیسے فرشتوں کو ایسے ہی کیا ہے، تو تم سب ہدایت والے ہو جاتے۔ لیکن وہ اس طرح نہیں کرتا بلکہ تمہیں اپنے اختیار میں پر چھوڑا ہے تاکہ اپنے اختیار سے نیکی بدی کر کے بدلے کے مستحق بنو۔ اگر جبراً ہدایت کر دیتا تو بندہ کے اختیار کو دخل نہ ہوتا تو پھر اس میں بندہ کا کیا کمال تھا اور وہ انعام کا مستحق کس طرح ہو سکتا۔ پس ضروری بات ہے کہ اللہ اس طرح کا ارادہ نہ کرے۔

(۷) قرآن مجید میں ہے : (كَانَ مِنَ الْجِنِّ) "یعنی ایلیس جنوں میں سے تھا۔" : (۵/۱۸) اس میں دو قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ فرشتوں کی ایک جماعت ہے، ان کو جن کہتے ہیں، ایلیس ان سے تھا۔ بعض کہتے ہیں زمین جنوں سے تھا۔ پہلے قول کی بنا پر فرشتوں سے تھا۔ دوسرے قول کی بنا پر کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں سے ملا دیا۔

(۸) خالق غالب ہے، اگر وہ محض اپنی قدرت کا تصرف کرے تو نہ ایلیس کچھ کر سکتا ہے نہ کوئی اور، ہاں اگر وہ فعل مختار بنا دے تو پھر دوسرے کے اختیار کا بھی دخل ہو جاتا ہے خواہ نیکی کرے یا بدی، جیسے اوپر نمبر ۶ میں بیان ہو چکا ہے۔

(۹) تسبیح دو طرح ہے ایک زبان قال سے، ایک حال سے، ثانی الذکر تو سب کرتے ہیں، اول الذکر بعض کرتے ہیں، بعض نہیں کرتے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے :

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالْحَدَابِي وَأَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَشْعُرُونَ بِهَذَا عَذَابَ اللَّهِ عَالِمًا

"آسمان وزمین والے سورج، چاند، ستارے، درخت اور بہت لوگ یہ سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، اور بہت لوگ پر (سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے) عذاب الہی ثابت ہو گیا ہے۔" (عمید اللہ امرتسری روپڑی رحمۃ اللہ علیہ) (تنظیم اہل حدیث لاہور جلد نمبر ۷، اشمارہ نمبر ۱۰)

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 09 ص 116-120

محدث فتویٰ